اداریہ

مذاہبِ عالم کے درمیان مکالمہ کا تصور تہذیب و تمدن کے ارتقا میں اسلام کا ایک اور اہم کنٹری بیوشن ہے۔ قرآنِ حکیم نے جب مختلف مذہبی گروہوں کو 'حرفِ مشترک' پر اکٹھا ہونے کی دعوت دی تو گویا اُس نے عالمی مذاہب کی مشترک اساس کی طرف توجہ دلائی اور ساتھ ہی اُن کو باہمی افہام و تفہیم کے لیے مکالمہ کی ضرورت کا احساس دلایا۔

بین المذاہبی مکالمہ روایتی مناظرہ نہیں۔ اس کا مقصد ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے بجائے انسانیت کی بھلائی کی خاطر فاصلوں کو کم کرنے اور ایک دوسرے کو سمجھنے کی راہ بنانا ہے۔

گذشتہ چار پانچ عشروں میں اس مکالمے کی تہذیب افزا اہمیت کا چرچا پہلے کے مقابلے میں زیادہ ہوتا رہا۔ تاہم سرد جنگ کے خاتمے پر تہذیبوں کے درمیان کشمکش کا ڈھنڈورا پیٹے جانے کے بعد اس کی اہمیت اور ضرورت دونوں میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ مسلم دُنیا میں بھی اُن کو محسوس کیا گیا ہے۔ چنانچہ بعض مسلم ملکوں، خصوصاً ایران اور سعودی عرب کی حکومتوں، نے بین المذاہبی مکالمہ کی سرپرستی کی ہے۔ یورپ کے مسیحی اداروں نے بھی اس کو فروغ دینے کے لیے اقدامات کیے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ حالیہ برسوں کے دوران اس موضوع پر بہت سی عالمی اور مقامی کانفرنسیں اور سیمینار منعقد ہوئے ہیں اور اس کام کو آگے بڑھانے کے لیے بہت سی تنظیمیں وجود میں آ چکی ہیں۔

المعارف کے زیرِ نظر شمارے میں ہم اس موضوع پر ڈاکٹر کرسچن ڈبلیو ٹرال کے

ایک لیکچر کا متن شائع کر رہے ہیں جو اس سال فروری کے آخری ہفتہ میں ادارہ ثقافتِ اسلامیہ میں دیا گیا تھا۔ روانی سے اُردو بولنے والے ڈاکٹر ٹرال جرمن مستشرق ہیں۔ اُنہوں نے سرسیّد احمد خان پر ڈاکٹریٹ کی ہے۔ وہ بین المذاہبی مکالمہ کی پاپائی مجلس اور مسلمانوں کے ساتھ روابط کے ویٹی کن کمیشن کے رکن ہیں۔

اُمید کی جاسکتی ہے کہ مسلم مسیحی مکالمہ میں مسیحی نقطۂ نظر کو سمجھنے میں اس تحریر سے مدد ملے گی۔